تفسیر آیتُ البِرّ

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ
الْمَغْرِبِ وَ لٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِکَةِ وَ الْکِتٰبِ وَ
النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی
وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ
السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ
الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّکٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ
اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ
الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

نعمان نیئر کلاچوی

تفسیر آیتُ البِرّ

نعمان نیئر کلاچوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتابچہ	تفسیر آیتُ البِرّ
مصنف	نعمان نیّر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی،ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	ستمبر، 2025

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	تمہید	5
2	لغوی ترجمہ	7
5	تفسیر	8

تمہید

پورا قرآن ہی اِس قابل ہے کہ اس کے ایک ایک حرف پر کتب کے دفاتر لگا دییئے جائیں لیکن اس وقت قرآن کی جو آیت میرے پیشِ نظر ہے یہ دراصل انسانی رویے کامعاشرے میں فیصلہ کن عملی اظہاربیان کردیتی ہے یعنی کہ ایک انسان جو خود کو اور اِس کائنات کو ایک بھیانک حادثہ نہیں سمجھتاوہ کیسے انسانی معاشرے میں زندگی گزار سکتا ہے۔

ہم میں سے کون ہے جو آج نیکی و بدی کا بنیادی شعور نہیں رکھتااور نہیں جانتا کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے لیکن نیکی کا ایک معیار قرآن بھی مقرر کرتا ہے اور اُس کی مکمل تفصیل مذکورہ آیت میں بیان کر دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دو لوگ ایک معاشرے میں کس بنیاد پر ساتھ رہ سکتے ہیں؟۔ دو ہی بنیادیں ہو سکتی ہیں،اوّل یہ کہ دونوں ہی اپنے وجود سے ماوراء ایک واجب الوجود یعنی قادر مطلق خدا پر بھروسہ کرکے اُس کی اطاعت پر کاربند ہوجائیں جبکہ دوسری بنیاد یہ ہے کہ یہ دونوں دراصل اِس اَمر پر متفق ہو جائیں کہ ہم دونوں نے صرف اپنی مرضی کرنی ہے۔ تیسری کوئی بنیاد سرے سے ممکن ہی نہیں ہے یعنی یا تو انسان خود خدا بن جائے یا پھر یہ کہ

خدائے بزرگ و برتر کا بندہ بن کر جئے۔ اِس وقت جدید انسانی معاشرے خود خدا بن چکے ہیں اور اطاعت صرف انسانی خواہش کی ہو رہی ہے، پس مجھے جو پسند وہ قانون اور اخلاق،اس کے بر عکس جو مجھے نہیں پسند وہ لاقانونیت اور ظلم۔

اب جو لوگ خود کو خدا نہیں سمجھتے اور بر بنائے بصیرت ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی ایک قادر مطلق اور علیم و خبیر خالق ہے اور ہم یہاں صرف اُسی کی اطاعت گزاری کیلئے واقع ہوئے ہیں تو اب اُس مؤمن کیلئے ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی منشاء کا بھی پتہ لگائے کہ آخر میرا خدا کس سوچ یا عمل کو نیکی قرار دیتا ہے اور کس سوچ اور عمل سے روکنا چاہتا ہے۔ پس اگر کسی مؤمن کا شعور یہاں تک پہنچ جائے تو ضروری ہے کہ وہ خدا کے مقررہ کردہ قوانین کے مجموعہ یعنی قرآن کی طرف رجوع کرے اور دیکھے کہ اُس کا خدا اُس سے کیا چاہتا ہے۔اِس مختصر تمہید کے بعد آئیے آیت مذکورہ کے متن پر غور کریں۔

لغوی ترجمہ

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ
قطعی طور پر نہیں ہے نیکی یہ کہ تم پھیر لو اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف
وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ
بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم ایمان لے آؤ اللہ پر، اور یومِ آخرت پر، اور کتب اور انبیاء پر
وَ اٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِۙ- وَ السَّآئِلِيۡنَ وَ فِى الرِّقَابِۚ
اور خرچ کرو اپنا مال باوجود اِس کے تمھیں مال کی محبت نے گھیر رکھا ہے، اپنے عزیز و اقارب پر، اور یتیموں پر، اور مسکینوں پر، اور مسافروں پر، اور سوالیوں پر، اور غلاموں پر
وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَۚ- وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡاۚ
اور صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ اَدا کرو اور جب وعدہ کر لو تو اُسے پورا کرو
وَ الصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيۡنَ الۡبَاۡسِؕ
اور صبر کرو بیماری کی حالت میں، اور سختی میں، اور جنگ، معاشی یا سماجی جبر کے وقت
اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡاؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَؕ
یہی لوگ ہیں جنھوں سچ کہا اور یہی لوگ ہیں تقویٰ اختیار کرنے والے

حوالہ: سورہ البقرہ۔ آیت 177

تفسیر

آیت کا لغوی ترجمہ پڑھنے کے بعد اب تفسیر پر غور کریں۔ میرے خیال میں اسلام کا پورا مقدمہ صرف اِسی ایک آیت میں سامنے آجاتا ہے چنانچہ اگر کسی مسلمان کو پورا قرآن پڑھنے کی توفیق نصیب نہیں ہو رہی تو وہ قرآن کی صرف ایک یہی آیت پوری طرح سمجھ لے تو گویا وہ پورے قرآن کی تعلیمات کا خلاصہ سمجھ لے گا۔ قرآن کو خدا تعالیٰ نے میزان کہا۔ ارشاد ہے "اللہ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب (قرآن) اور میزان اُتاری۔ (سورہ الشوریٰ۔ آیت 17)

میزان عربی زبان میں ترازو کو کہتے ہیں پس قرآن اِس لحاظ سے ترازو ہے کہ اِس پر انسانی عقل اور نقل یعنی تاریخی روایات کو تولا جاتا ہے تاکہ اِن کی شرعی، علمی اور اخلاقی حیثیت متعین کی جاسکے۔

آئیے انسانی عقل کو مذکورہ آیت میں رکھ کر تولیں اور پھر دیکھیں کہ کس طرح خدا کا شعور انسانی شعور پر حَکم کی حیثیت رکھتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ قطعی طور پر نہیں ہے نیکی یہ ہے کہ تم لوگ اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو۔ اب اِس سے مراد کیا ہے؟۔ یہی کہ کسی جغرافیہ پر ایمان

نیکی نہیں ہے کہ تم یہ سمجھو کہ اگر کسی خاص سمت میں منہ کرلیں گے تو نیکی کو پالیں گے، قرآن تنبیہ کررہاہے کہ جغرافیہ کی اطاعت چھوڑدو۔اب یہاں پر اگر تھوڑاسا مزید گہرائی میں غور کریں تو جدید قوم پرستی (Nationalism) کی بیخ کنی بھی ہو جاتی ہے کہ جس میں انسان کسی مخصوص خطہِ زمین پر یقین کرکے اُسی کیلئے مر مٹنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس جغرافیائی میلان کو ترک کرکے نیکی کی اُس اصل صورت کی طرف آؤ جواب خدا تمہیں بتاتا ہے۔

یعنی اصل نیکی یہ ہے کہ تم ایمان رکھو خدا قادر مطلق کی ذات پر۔ کیوں؟،اِس لئے کہ خدا سے بے نیاز ہو کر انسان نہ صرف اِس مہیّب کائنات کی توجیہ کھو بیٹھتا ہے بلکہ اپنی ذات کی توجیہ سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ مَیں کون ہوں؟،یہاں کیوں ہوں؟، کیا کرنا ہو گایہاں؟،مر کر کدھر جانا ہے؟،کسی ایک سوال کا جواب بھی انسانی شعور کے پاس نہیں ہے۔ فلسفی کھپتے کھپتے کھپ گئے،صوفی جھولتے جھولتے جھول گئے، سائنسدان لیبارٹری میں بیٹھ کر زمین آسمان کے قلابے ملاملا کر تھک ہار گئے،پس ٹامک ٹوئیوں کے سواانسانی شعور اب تک کچھ بھی نہ دے سکا۔یہ ہو سکتا ہے،وہ ہو سکتاہے،یہ ہوناچاہئے،وہ ہوناچاہئے،شاید ایسا ہوا ہو،شاید ویسا ہوا ہو،چلومان کر دیکھ

لیتے ہیں یا پھر فی الحال نہیں مانتے۔ یہ تو ہے حال انسانی شعور کا۔ اب بتائیے کہ خدا پر ایمان کتنا ضروری ہے اور اگر یہ نہ ہو انسان کیا بن جاتا ہے۔

آجائیے واپس اب آیت کی طرف کہ اصل نیکی یہ ہے کہ تم خدا پر ایمان رکھو کہ وہ قادر مطلق اور علیم و خبیر ہستی ہے جس نے تمہیں کسی خاص مقصد کے تحت وجود بخشا۔ وہ خاص مقصد یہ ہے کہ تم خدا کی عبودیت اختیار کر لو اور اس عبودیت کی عملی صورت یہ ہے کہ تم خدا پر ایمان کے ساتھ کچھ اور اُصولوں پر ایمان لے آؤ یعنی خدا کی طرف سے عطاء کردہ مقصد پر عمل کے نتیجے پر یعنی اُس وقت پر ایمان لے آؤ جب خدا اپنے بندوں کے اعمال کا حساب کتاب کرے گا۔

چنانچہ من آمن باللہ کے آگے والیوم الآخر۔ یہ یوم الآخر کیا ہے؟، یہی ہے کہ کسی انسان کا کوئی بھی عمل نتیجہ سے خالی نہیں ہے لیکن چونکہ یہ دنیا میدانِ عمل ہے اِس لئے یہاں پوری آزادی کے ساتھ کوئی بھی عمل اختیار کرنے کی مہلت دی گئی ہے اور یہاں نتائج نہیں آئیں گے، نتائج کیلئے یوم الحساب کا انتظار کرنا ہو گا تا کہ خدا ہر انسان کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدے۔ غور کریں یہ کس قدر نہایت معقول انتظام ہے اور کیسا مستقل تسلی بخش معاملہ ہے کہ انسان اگر یہاں مظلوم

بھی ہے تو اُسے یہ تسلی مل جاتی ہے کہ یہاں نہیں تو یوم الآخر اُسے دکھوں کا بدلہ مل کے رہے گا۔ اب جو لوگ خدا اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ بتائیں کہ چنگیز، ہلاکو، سٹالن اور ہٹلر کو اُن کے بھیانک جرائم کی سزا کب اور کہاں ملے گی، اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کوئی اہتمام موجود نہیں تو پھر انصاف کیلئے اتنا شور مچانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟، کیوں نہ ظالم کے ظلم کو جہد للبقاء (Survival) سمجھ کر سکون کے ساتھ ظلم سہتے رہنا چاہئے؟۔ اصل میں ظلم و زیادتی کے خلاف انسانی مزاحمت ہی دلیل ہے روزِ جزاء کی کہ انسان انصاف طلب واقع ہوا ہے اور اُسے اپنے ہر عمل کا بدلہ چاہئے ہوتا ہے۔

پس اب غور کریں کہ خدا کے بعد آخرت پر یقین رکھنا کتنا ضروری ہو جاتا ہے اور یہی دوسری نیکی ہے خدا تعالیٰ کی نظر میں۔ اب آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ملائکہ پر یقین رکھو۔ ملائکہ کون ہیں؟، ملائکہ دراصل ایسی نورانی مخلوق ہے جسے خدا تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت اور اُمورِ کائنات چلانے کیلئے پیدا کیا ہے تا کہ خدا کا نظم انسان کیلئے معقول رہے۔ یہی ملائکہ خدا کی طرف سے متعین کی گئی ہدایت انبیاء کے ذریعے انسانوں تک پہنچاتے ہیں تا کہ یہ سارا نظم معقول رہے۔ چوتھی نیکی خدا

تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ ہدایت پر یقین رکھنا اور پانچویں نیکی انبیاء پر یقین رکھنا۔ ایک بار پیچھے جا کر اس سارے معاملے کو گہری نظر سے دیکھ لیں تو سمجھ آ جائے گی کہ کیسا زبردست منطقی ربط پایا جاتا ہے اور کہیں بھی ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کوئی تفریحی قصّہ یا اُوٹ پٹانگ کہانی ہے۔

مَیں پھر سے دہرا دیتا ہوں۔ خدا پر ایمان، پھر خدا کی طرف سے عطاء کردہ ہدایت پر ایمان، پھر وہ جو ہدایت لیکر آتے ہیں یعنی فرشتوں پر ایمان، پھر ہدایت جن تک لائی جاتی ہے یعنی انبیاء پر ایمان اور آخر میں اپنے اعمال کے نتائج یعنی آخرت پر ایمان۔ پہلی پانچ نیکیاں خالصتاً نظری (Pure Rational) ہیں پس کوئی شخص اگر صرف زبان سے اقرار کر لے تو فقہِ اسلام کی رُو سے اُس پر اعتماد کر لیا جائے گا چنانچہ امام الفقہ حضرت امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف منہ زبانی اِن اُصولوں کا اقرار کر لے تو وہ نظمِ اسلامی میں قانونی طور پر مسلمان سمجھا جائے گا۔ یہ بات قانونی طور پر درست ہے لیکن دین صرف قانون نہیں ہے بلکہ ایمان کے فوری بعد دین جس اَمر کا مطالبہ لیکر کھڑا ہو جاتا ہے وہ دراصل تقویٰ ہے کہ جب یقین کر چکے ہو تو اب اپنے یقین کو عملی صورت میں معاشرے میں ظاہر کر

دو۔ چنانچہ اب آگے جو نیکیاں آ رہی ہیں وہ دراصل حقیقی امتحان ہے انسانی اختیار کا کہ اب انسان اپنے عمل سے ایمان کو ثابت کرتا ہے یا نہیں۔

اب تک تو انسانی عقل کا امتحان چل رہا تھا اب اختیار کا امتحان شروع ہو گیا کہ آیا اب ایک مؤمن عمل بھی کرتا ہے یا صرف منہ زبانی اقرار کر لیا کہ وہ خدا رسول، کتب، ملائکہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

وآتی المال علیٰ حبہ، واہ، کیا زبردست حکم ہے۔ مال کا دینا اِس حال میں کہ مال کی محبت میں دل بیٹھا جا رہا ہے کہ ہائے میری خون پسینے کی کمائی کہیں ضائع نہ چلی جائے۔ یہاں اُن ذہین خدا بیزاروں سے میرا سوال ہے کہ اگر آپ لوگ خدا کو نہیں مانتے تو بتائیے کیا وجہ ہو گی کہ آپ اپنے خون پسینے کی کمائی اپنے اہل و عیال یا ضرور تمندوں پر خرچ کریں گے؟ بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی سوائے اِس کے کہ مال اتنا زیادہ ہو کہ مال کی اہمیت ہی ختم ہو جائے اور بل گیٹس کی طرح اِسے خود سے الگ کر لو تو بات ہے ورنہ وہ انسان جو دن میں آٹھ گھنٹے مسلسل محنت کر کے کماتا ہو وہ کیسے اپنے خون پسینے کی کمائی کسی کو یوں مفت میں دیدے گا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ایک مؤمن اور اُس کے خدا کا ہے اور خدا کہہ رہا ہے کہ اصل نیکی یہی ہے

کہ تم اپنے خون پسینے کی کمائی یعنی وہ زرق جو مَیں نے تمہیں دیا ہے تم خرچ کرو گے ذوالقربیٰ یعنی اپنے اہل و عیال پر، یتامیٰ یعنی ایسے بے سہارا مرد اور عورتیں جو زندگی کی دوڑ میں تنہاء اور بے بس رہ گئے ہوں بالخصوص وہ بچے اور بچیاں جن کے سروں سے ماں کا باپ کا سایہ اُٹھ چکا ہو اور معاشرے میں بے سہارا ہو چکے ہوں، مساکین یعنی ایسے مرد جن کا لگا لگایا کاروبار کسی وجہ سے رُک گیا ہو، ابن السبیل یعنی وہ مسافر جو رزق کیلئے قریہ قریہ گھومتے رہتے ہیں اور کہیں مالی نقصان کے سبب بالکل خالی ہاتھ ہو کے رہ جاتے ہیں، سائلین یعنی معاشرے کے وہ حرماں نصیب افراد جو مالی تنگی کے سبب اِس قدر بے بس ہو چکے ہوں کہ اپنے ہی جیسے انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو چکے ہوں، فی الرقاب یعنی وہ مظلوم جن کے گلے میں انسانی جبر کا طوق پڑ چکا ہو، مراد غلام جن کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ کسی جابر کے ہتھے چڑھ گئے اور اُس بد بخت نے اُنہیں جنس سمجھ کر بازار میں بیچ دیا، پس اِن لوگوں پر اپنی کمائی خرچ کرو تو تمہارا ایمان ثابت ہو گا۔

یہ کُل گیارہ نیکیاں ہو گئی ہیں اب آگے کی چھ نیکیاں بھی عملی ہیں۔ ارشاد ہے کہ صلوٰۃ قائم کرو، اِس کا عمومی معنیٰ تو یہی ہے کہ فرض نماز پورے اہتمام اور باقاعدگی

کے ساتھ مسجد میں باجماعت اُولی الامر کی اقتداء میں اَدا کرو جبکہ دوسری تعبیر جو اِس اصطلاح کی روح ہے وہ دراصل ایسا نظم قائم کرنا ہے جس کی بنیاد قرآن ہو۔اِس تعبیر کی بنیاد ہم سورہ الحج کی آیت 41 سے لیتے ہیں جس میں ارشاد ہوا ہے کہ مؤمنین کو جب زمین پر خدا تعالیٰ تمکین یعنی اقتدار عطاء کرتے ہیں تو وہ سب سے پہلا کام جو کرتے ہیں وہ اقامتِ صلوٰۃ ہے چنانچہ اِس آیت میں صلوٰۃ کو تمکین کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد نظمِ خداوندی ہے جس کو اسلامی معاشرے میں نافذ کرنا اُتنا ہی ضروری ہے جتنا ایمان لانا ورنہ عمومی نماز تو سیکولر معاشرے میں بھی باقاعدگی سے پڑھی جاتی ہے۔

میرے خیال میں پوری آیت میں جس نیکی کو بلا شرکتِ غیرے خدا کا حق کہا جاسکتا ہے تو وہ اقامتِ صلوٰۃ ہے یعنی خدا کا قانون خدا کی زمین پر نافذ کرنا۔ اگلی نیکی ہے ایتائے زکوٰۃ یعنی جس کا عمومی معنیٰ تو یہی ہے کہ جمع پونجی پر ڈھائی فیصد اور زرعی پیداوار بارانی پر دسواں اور نہری پر پانچواں حصّہ {مویشیوں کیلئے شرعی نصاب ملاحظہ فرمائیں} ضرورتمندوں کے سپرد کرنا جبکہ اِس کا اصلی معنیٰ یہی ہے کہ اسلامی نظم زکوٰۃ کی صورت میں ایسا مستقل اور باقاعدہ معاشی نظم قائم کرے کہ جس کی

وساطت سے معاشرے میں افلاس و غربت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے اور کوئی بھی ضرورتمند باقی نہ رہے کیونکہ غربت قرآن (سورہ البقرہ آیت 61) کی نظر میں ذلالت اور مسکنت ہے اور اِس سے جتنی جلدی ممکن ہو جان چھڑالی جائے۔

چودھویں نیکی یہ ہے اگر کوئی مؤمن کسی سے عہد کر لے تو اُس عہد کو بہر صورت پورا کرے۔ غور کریں کہ خدا تعالیٰ ایفائے عہد کو کس قدر اہم قرار دے رہے ہیں کہ اِس کا ذکر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے ساتھ کیا اور کیوں نہ ہو ایسا کہ اسلام اپنی اصل میں ہی خدا کے ساتھ وفاداری کا ایک باقاعدہ عہد ہے نہ صرف اتنا بلکہ عہد ہی پر پورا انسانی معاشرہ استوار ہے۔

آگے کی تین نیکیاں انسان کے سب سے بنیادی نفسیاتی تحفظ (Psychological Security) پر کھڑی ہیں یعنی صبر۔ صبر کیا ہے؟، یہی کہ جو ہو رہا ہے یا ہو چکا اِس پر دُکھی ہونے کی اِس لئے ضرورت نہیں کہ خدا تعالیٰ ایک مؤمن کی کوئی بھی اذیت ضائع نہیں کرتا اور اُسے اپنے ہر نیک عمل کا اعلیٰ ترین بدلہ مل کے رہتا ہے۔ اِس لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ جب کوئی الباس یعنی جسمانی یا ذہنی بیماری گلے پڑ جائے، ضرّاء یعنی انسانی کسی مالی یا

سماجی اذیت میں پھنس جائے اور حین الباس یعنی مؤمنین پر جنگ، معاشی یا سماجی جبر مسلّط کر دیا جائے تو ایسی تمام صورتوں میں صبر کا دامن تھامے رکھنا ہی اصل نیکی ہے۔ آخر میں ارشاد ہے کہ یہ سترہ نیکیاں اختیار کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا، یعنی اپنے ایمان کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا، نہ صرف یہی سچے لوگ ہیں بلکہ اِن کی یہی عملی سچائی اِنہیں تقویٰ تک بھی بخیر و عافیت پہنچا گئی یعنی یہی لوگ ہیں جو اصل میں متّقی ہیں۔

آیت البرّ کی تفسیر مکمل ہوئی بفضلِ تعالیٰ۔

☆☆☆☆☆

سید المجاذیب خواجہ نعمان نیرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں ۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect " کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر تفسیر بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔